© rasailojaraid.com

مرزا اسد ہمایوں

میرزا عیسیٰ خاں ترخان ثانی

مرزا عیسیٰ خاں ترخان اس مقتدر خاندان کا فرد ہے جو ارغونوں کے ساتھ مل کر ترکستان کی چھوٹی سی ریاست قندھار کے انتظام و انصرامِ حکومت میں شریک تھا۔ لیکن بابر بادشاہ کے متواتر حملوں سے دل برداشتہ ہو کر اور حکم بابری کے آگے سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے نقل وطن پر مجبور ہوا۔ چوں کہ خاندانِ ترخان اور ارغون کی رگوں میں حکمرانی کا لہو دوڑ رہا تھا، لہذا سندھ میں، قندھار کے مفتوح کی حیثیت سے نہیں بلکہ فاتح سندھ بن کر داخل ہوئے۔ ابھی سندھ میں ارغونوں کی حکومت قائم ہوئے تینتیس سال ہوئے تھے کہ خاندانِ ترخان میں اسی سرزمین پر ۹۶۰ھ میں مرزا عیسیٰ خان پیدا ہوا۔ اس کی ولادت کے دو ہی سال بعد یعنی ۹۶۲ھ میں اس کے دادا مرزا عیسیٰ ترخان (اوّل) ٹھٹھہ کی حکومت پر قابض ہوا۔ اس نے اٹھارہ سال حکومت کرنے کے بعد ۹۸۰ھ میں انتقال کیا۔ اس کے بعد اس کے بیٹوں صالح، غالب، جان بابا اور مرزا باقی کے درمیان تخت نشینی کی جنگ ہوئی۔ اور مرزا باقی کو اس میں فتح حاصل ہوئی۔ جان بابا، مرزا عیسیٰ خان کا والد اسی جنگِ اقتدار میں لقمۂ اجل بنا۔

ان حالات میں مرزا عیسیٰ ترخان اپنے ننھیال میں سیمیجہ قبیلے کے ساتھ سکونت پذیر ہوا تاکہ مرزا باقی کی خون آشام حکومت سے محفوظ رہ سکے۔ لیکن کچھ عرصے بعد مرزا باقی نے خودکشی کر لی اور اس کی جگہ مرزا پائندہ بیگ اور اس کے بیٹے مرزا جان بیگ نے ٹھٹھہ کی حکومت سنبھالی، اگرچہ مرزا باقی کی موت نے مرزا عیسیٰ خان کی امنگِ حکمرانی کو بڑھا ضرور دیا تھا، لیکن مرزا جان بیگ کی حکمت و سیاست نے اسے اس قدر نوازا کہ اس کا شوقِ حکمرانی مرزا جان بیگ کی عنایت و شفقت اور مہربانی کے بوجھ تلے دب گیا۔ "ترخان نامہ" کی تحریر سے پتا چلتا ہے کہ جب حکومت مرزا جانی بیگ کے ہاتھ آئی تو وہ اسے تسلی دے کر نہایت اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے زمانے میں ٹھٹھہ میں لے آیا۔

سید میر محمد لکھتے ہیں:

"و میرزا عیسیٰ ترخان بن جان بابا ترخان کہ از ملاحظہ میرزا محمد باقی در احتشام سیمیجہ مختفی بود، بامداد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تملق و دلاسا باعزاز و اکرام در تتمہ آوردہ عمۂ خود را در حبالۂ نکاح او آوردہ و جاگیر و منصب مقرر نمود۔[1]

انہی وجوہ کی بنا مرزا عیسیٰ اپنے والد کے دعویٰ حکومت سے دست بردار ہو گیا حالانکہ اس دورِ پُر آشوب میں مغلوں کا حملہ بھی ہوا اور سندھ کی خود مختاری بھی متاثر ہوئی، کیونکہ مرزا جانی کے اکبر اعظم کے پاس جانے سے یہ ثابت ہو گیا تھا کہ اب سندھ میں خود مختاری کی جنگ نہیں لڑی جائے گی بلکہ یہ بھی ہندوستان کے دیگر بارہ صوبوں کی طرح مزید تیرھواں صوبہ بنے گا۔

جب یہ واقعات رونما ہو رہے تھے، اس وقت مرزا عیسیٰ تمام پہلوؤں کا جائزہ لے رہا تھا اور منتظر تھا کہ شاید دستِ غیبی سے اس کے لیے بھی کوئی راہ نکل آئے، اور پھر ایسا ہی ہوا۔ ۱۰۰۹ھ/۱۶۰۰ء میں جانی بیگ کا انتقال برہان پور میں ہوا اور ادھر مرزا عیسیٰ نے حکومت کی ہوس میں ہاتھ پاؤں مارنے شروع کیے۔ خسرو خاں چرکسی نے جو اس خاندانِ ترخان کا مستقل وکیل تھا، مرزا غازی کو باپ کا جانشین بنایا اور اس نے چاہا کہ مرزا عیسیٰ کو قید کر دے۔[2] لیکن مرزا عیسیٰ دوبارہ سمجھ لوگوں میں چلا گیا اور قدرتِ الٰہی سے اس بات کا منتظر تھا کہ اس کے لیے بھی کوئی راہ نکل آئے۔ لیکن وہ ابو القاسم کے گرفتار اور اندھا ہونے کے بعد جان کے خوف سے وہ شہنشاہِ اکبر کے حضور میں چلا گیا تھا۔ وہاں وہ ملازموں کی فہرست میں داخل ہو کر طرح طرح کی خدمتیں بجا لانے لگا۔[3] مرزا فوری طور پہ اکبر کے پاس نہیں گیا تھا بلکہ کچھ عرصہ اس نے سندھ میں گزارا اور تقریباً دس بارہ سال کی روپوشی کے بعد وہ اکبر اعظم کے پاس پہنچا تھا۔ مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں۔ "جب ۱۰۱۲ھ میں اکبر بادشاہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل کیا تو بادشاہ سلامت نے اس کے حال پہ بہت زیادہ عنایت و مہربانی کی اور خلاف قاعدہ اس پر اتنی رعایت و شفقت کی کہ وہ امرا جو مملکت کے انتظامی امور میں شریک تھے، ان میں شامل کر لیا اور سو سوار کا منصب زیادہ کر دیا۔"[4] اکبر نے میرزا عیسیٰ خان کے منصب میں اس لیے اضافہ کیا تھا کہ اگر

۱۔ سید میر محمد بن سید جلال تتوی - ترخان نامہ، ص ۶۶

۲۔ صمصام الدولہ - ماثر الامرا جلد سوم، ص ۳۰۸، ۳۰۹

۳۔ میر علی شیر قانع ٹھٹھوی - تحفۃ الکرام، ص ۲۹۴

۴۔ ترخان نامہ - ص ۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرورت پڑے تو یہ مغل منصب دار سندھ کا انتظام احسن طریقے سے سنبھال سکے، کیوں کہ اس وقت مرزا غازی، دربارِ اکبری میں آنے سے لیت و لعل کر رہا تھا۔ بالآخر غازی بیگ نے اپنی سپاہ کی قوت اور مغلوں کی طاقت کا موازنہ کرتے ہوئے دربار میں پیش ہونے کو ترجیح دی۔ جس وقت مرزا غازی بیگ نے اکبر سے شرفِ ملاقات حاصل کیا، اس وقت غازی بیگ کی عمر بمشکل بیس سال تھی۔ اکبر نے اس کے باپ کی خدمات کو دیکھتے ہوئے اسے بھی شاہی عنایات سے نوازا اور ولایتِ سندھ اس کو دے دی۔ جبکہ جہانگیر نے قندھار کی حکومت کا مزید اضافہ اپنے دور میں کیا اور اس طرح مرزا غازی سندھ اور قندھار کا صوبے دار بن گیا۔

مرزا عیسیٰ کے بارے میں مزید معلومات دورِ اکبری میں نہیں بلکہ عہدِ جہانگیری میں ملتی ہیں۔ یوں تو اس نے اکبر سے منصب حاصل کرنے کے بعد یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ بھی دوسرے مغل امیروں سے صلاحیت میں کم نہیں، لیکن اصل خدمات جو اس نے انجام دیں وہ جہانگیری اور شاہ جہانی دور سے متعلق ہیں۔ شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں: "حضرتِ جہانگیری رسید و بمنصب فاخرہ رسیدہ تعیناتِ دکن گشت"[۵۵]
غالباً اسی علاقے کے بارے میں ترخان نامہ کے مصنف نے لکھا ہے کہ بہت سے ارکانِ دولت اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اور اس کو ان مقامات پر مقرر کروایا جہاں کے لوگ سخت زور آور تھے۔"[۵۶]
تقریباً چھ سال تک وہ خان جہاں کے ساتھ وابستہ رہا اور دکن میں خدمات انجام دیں۔" جب ۱۰۲۱ھ میں مرزا غازی کی خبرِ وفات پہنچی،"[۵۷] تو اس وقت بھی مرزا کو یہیں سے طلب کیا گیا۔ اسی لیے شیخ فرید لکھتے ہیں: "پس از فوت مرزا غازی بیگ در ہزار سال و بیست و یک ہجری بموجب فرمان طلب از دکن بحضور آمد۔"[۵۸] اس دفعہ خصوصی طور پر مرزا عیسیٰ اور میرزا رستم قندھاری، دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنے کے لیے دربار میں بلوائے گئے کیونکہ سندھ میں خسرو خاں چرکس نے اپنا اقتدار اس قدر بڑھا لیا تھا کہ بغیرِ بادشاہ کی مرضی معلوم کیے ایک شخص عبدالعلی کو نامزد کر کے خود حکمرانی کرنے لگا۔ چونکہ

---

۵۵ شیخ فرید بھکری۔ ذخیرۃ الخوانین، ص۔۲۱۰

۵۶ ترخان نامہ، ص ۹۶، ۹۷

۵۷ محمد صالح کنبوہ۔ شاہ جہان نامہ، ص ۷۷

۵۸ ذخیرۃ الخوانین۔ ۲۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ من مانی خلافِ اقتدارِ اعلیٰ تھی لہٰذا جہاں گیر نے فوری طور پر میرزا عیسیٰ ترخان کو دکن سے طلب کیا تاکہ وہ ٹھٹھہ کے صوبے کا انتظام سنبھال لے۔ جہاں گیر نے اپنی توزک میں لکھا ہے :

" میرزا عیسیٰ ترخان جو میرزا غازی کے رشتے داروں میں تھا اور دکن کے لشکر میں متعین تھا، میں نے اسے ٹھٹھہ بھیجنے کے خیال سے طلب کیا تھا۔ اس نے اسی تاریخ میں میری خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل کی، چونکہ وہ مہربانیوں اور نوازشوں کے قابل تھا، اس لیے میں نے اسے ہزاری ذات اور پانصد سوار کے منصب سے ممتاز کیا۔"[۹]

جہاں گیر نے یہاں بھی اس بات کا خیال ظاہر کیا ہے کہ وہ اس کو ٹھٹھہ بھیجنا چاہتا تھا، لیکن یہ کہیں نہیں لکھا کہ اس کو بھیج دیا۔ اس کے برعکس اس کی توزک اس بات کی تائید کرتی ہے کہ مرزا غازی کے انتقال کے بعد مرزا رستم قندھاری کو ٹھٹھہ بھیجا، کیونکہ مرزا غازی کے انتقال کے وقت نہ تو مرزا رستم قندھاری دربار میں موجود تھا اور نہ میرزا عیسیٰ ترخان۔ لہٰذا ان دو میں سے کسی ایک کو سندھ اور قندھار کے علاقوں کی مناسبت سے بھیجنا تھا۔ جہاں گیر لکھتا ہے :

مجھے خیال آیا کہ اسے (میرزا رستم کو) ٹھٹھے کی حکومت پر بھیجوں تاکہ وہ وہاں اپنے ذاتی جوہر وقابلیت دکھا کر اچھے طریقے سے ملک کی حفاظت و نگرانی کرے، چنانچہ میں نے اسے پنج ہزاری ذات و سوار کے منصب سے سرفراز کر کے دو لاکھ روپے نقد بطور مدد خرچ کے دیے اور ٹھٹھے کی صوبے داری کے لیے روانہ کیا۔"[۱۰]

جہاں گیر تو اس سے اچھی توقعات لگائے بیٹھا اور ادھر اہلِ سندھ میرزا کے ظلم و ستم کا شکار تھے، اور دربار میں برابر اس کی کوئی نہ کوئی نئی شکایت آتی رہتی تھی۔ لہٰذا یہ شکایات اس کی برطرفی کا سبب بنیں، بلکہ کچھ عرصہ اسے " انی رائے سنگھ دلن" کی حراست میں بھی رہنا پڑا۔ اس طرح میرزا رستم ۱۰۲۱ھ سے ۱۰۲۳ھ تک سندھ میں بحیثیت صوبے دار رہا۔ لیکن جہاں گیری عہد کے مستند مورخ معتمد خان نے مرزا عیسیٰ کے بارے میں نہیں لکھا کہ کس وجہ سے اس کو ٹھٹھہ نہیں بھیجا گیا، اور نہ ہی توزکِ جہاں گیری میں اس کا کوئی حوالہ ملتا ہے۔ مگر " ترخان نامہ" اور " ذخیرۃ الخوانین" کے مصنفین نے

۹؎ نورالدین جہاں گیر بادشاہ۔ توزکِ جہاں گیری، ج دوم، ص ۳۷۰

۱۰؎ ایضاً۔ ص ۴۲۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واضح طور پر میرزا عیسیٰ کے امرا کے حسد و رقابت کو بیان کیا ہے۔ مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں: "جہاں گیر بادشاہ کے ایامِ حکومت میں مدار المہامی کا عہدہ اکثر کسی نہ کسی وسیلے سے ملتا تھا۔ لیکن عیسیٰ ترخان نے یہ عہدہ بادشاہ سے بغیر کسی وسیلے کے حاصل کیا اور کسی کا وسیلہ تلاش نہ کیا۔ یہاں تک کہ بہت سے ارکانِ دولت اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے"[۱] گویا دربار میں ایک عنصر ایسا بھی تھا جو مرزا کی مخالفت نہایت شدت سے کرتا تھا اور بادشاہ اس گروہ سے اس قدر متاثر تھا کہ باوجود مرزا عیسیٰ کے بروقت دربار میں حاضری دینے کے اس کو ٹھٹھے نہیں بھیجا گیا۔ یہاں یہ واضح طور پر تو نہیں کہا جا سکتا کہ کون کون اشخاص اس کے مخالف تھے، البتہ سندھ کے حالات کا مکمل جائزہ لینے سے یہ بات ضرور کہی جا سکتی ہے کہ اس علاقے کی صوبے داری کے بہت سے لوگ امیدوار رہے ہوں گے، کیوں کہ یہ علاقہ امن پسند باشندوں کا وطن تھا، جب کہ اس کے برعکس دکن اور بنگال میں آئے دن کی بغاوتیں کسی بھی صوبے دار کو چین سے نہ بیٹھنے دیتی تھیں۔ پھر مرزا عیسیٰ کا تو یہ وطن تھا اور اس سے زیادہ خواہش کسی اور کو کیا ہو سکتی ہے۔ لیکن مرزا رستم قندھاری کی بھی بالکل یہی حالت تھی، کیوں کہ اس کا وطن قندھار بھی اس دور میں سندھ کے صوبے سے متعلق تھا، اور جس طرح مرزا غازی کو سندھ اور قندھار کی حکومت ملی تھی، اس کی خواہش بھی یہی رہی ہو گی کہ اس کو بھی سندھ و قندھار ملیں گے۔ لیکن اس کی امیدوں کے برخلاف اسے صرف سندھ کا صوبے دار بنایا گیا، البتہ یہاں مرزا عیسیٰ ترخان کے اثرات ان سے زیادہ تھے۔ لہٰذا مرزا رستم کی صوبے داری کو ناکام بنانے کے لیے سندھ کے لوگوں نے طرح طرح کی شکایتیں دربارِ جہاں گیری میں پہنچائیں اور ان ہی شکایات کی بنا پر نہ صرف مرزا رستم کو ٹھٹھے کی صوبے داری سے معزول کیا گیا بلکہ کچھ عرصہ وہ رائے دلپت سنگھ کی حراست میں بھی رہا لیکن بے بنیاد شکایتوں کی تحقیقات کے بعد مرزا قندھاری کا عہدہ دوسرے صوبے میں بحال کر دیا گیا۔

انھی مذکورہ بالا واقعات پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ فرید بھکری لکھتے ہیں کہ بعض حاسد امرا نے بادشاہ سے عرض کیا کہ مرزا ایک زمانے سے اپنے موروثی ملک کی آرزو میں ہے، اگر اس نے مستقل طور سے قبضہ کر لیا اور کیچ و مکران اور سرحد کے حاکم سے جو قریب ہی ہے مدد حاصل کر کے بادشاہ عباس صفوی (والیِ

---

[۱] ترخان نامہ، ص ۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان) سے تعلق پیدا کر لیا تو اس کے تدارک میں بہت وقت لگے گا۔ بادشاہ نے بدگمان ہو کر مرزا رستم رھاری کو اس ملک کی حکومت پر مامور فرما دیا۔"[12] اس وقت مرزا عیسٰی کا منصب دو ہزاری ذات و ار تھا۔ بہر حال مرزا عیسٰی کی تقدیر میں ٹھٹھے کا گورنر بننا منظور نہ تھا، لہٰذا وہ احکام جو اس کی صوبے داری کے تھے، منسوخ ہوئے اور اس کی جگہ تھوڑی سی جاگیر مرزا کی تالیفِ قلب کے لیے دے دی گئی۔

صمام الدولہ کے بیان کے مطابق اس کو " دھن پور" گجرات کی جاگیرداری ملی اور وہ اس صوبے میں عین ہوا[13] ۲۲-۱۰۲۱ھ کے بعد مرزا عیسٰی ترخان کا ذکر ٹھٹھے کی گورنری کے ضمن میں دوبارہ ۱۷ ربیع الثانی ۱۰۳ھ / ۱۶۲۷ء میں جہان گیر کے آخری سنِ جلوس میں آتا ہے، جب کہ اقبال نامہ، شاہ جہان نامہ، ذخیرۃ الخوانین ر مآثر الامرا کے مصنفین نے جہاں اس کے منصب میں چار ہزاری ذات اور دو ہزار پانچ سو سوار کا ذکر کیا ہے، وہاں ں کی ٹھٹھے کی صوبے داری کا بھی ذکر ہے، جو اس کو شاہ جہان نے دینی چاہی۔ محمد صالح کنبوہ ۱۷ ربیع الثانی ۲۶ دسمبر ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء کے واقعات میں لکھتے ہیں۔ " مرزا عیسٰی ترخان کو چار ہزاری ذات ، ہزار پانچ سو سوار کا منصب اور ٹھٹھے کی صوبے داری عطا کر کے ادھر روانہ کیا۔"[14] کیوں کہ جہان گیر کے ری عہد میں شاہ جہان نے باغیانہ سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا اور وہ عمر کوٹ اور ٹھٹھہ وغیرہ کے راستے برات پہنچا تھا، لیکن گجرات کے صوبے دار سیف خاں نے شاہ جہان سے مقابلہ کیا اور شب خون بھی ے، جب کہ گجرات کے جاگیردار اور امرا شاہ جہان کے ساتھ تھے، ان میں مرزا عیسٰی بھی تھا اور وہ سب ر بازی لے گیا اور وہ اس طرح کہ " بہ کمالِ خلوص و دانائی" گجرات کے صوبے دار سے پوچھے بغیر احمد آباد عیدگاہ میں صاحب قران ثانی شاہ جہان بادشاہ کا خطبہ پڑھوایا اور خود شاہ جہان سے ملنے احمد آباد ے تیس کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں میں قدم بوسی سے مشرف ہوا اور شاہ جہان بادشاہ کو دیگر امرا سے پہلے اس صوبے میں تھے، کورنش و مبارک باد پیش کی۔"[15] حالاں کہ اس وقت تک شاہ جہان کی تاج پوشی بھی

۱۲ھ ذخیرۃ الخوانین، ص ۲۱۱ - نیز بحوالہ مآثر الامرا، ص ۴۰۹

۱۳ھ مآثر الامرا۔ جلد سوم ، ص ۴۰۹

۱۴ھ شاہ جہان نامہ، جلد اوّل، ص ۲۵۲

۱۵ھ ترخان نامہ ، ص ۹۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ ہوئی تھی، اور تاج پوشی ہی کے جشن میں شرکت کرنے کے واسطے مرزا عیسٰی بھی ساتھ ساتھ تھا، لیکن راستے ہی میں ان کو ٹھٹھے کی صوبے داری پر نامزد کر دیا گیا۔ محمد صالح کنبوہ نے نامزدگی کے ان احکام کی دو ماہ بعد پھر تائید کرتے ہوئے لکھا ہے "یہ صوبہ (ٹھٹھہ) حسب فیصلہ مرزا عیسٰی ترخان کے نام رہا، جسے آپ نے گجرات سے ٹھٹھہ روانہ کیا ہے۔"[16] تقریباً دو ماہ میں مرزا عیسٰی نے تیاری مکمل کی، اس کی اس تاخیر کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ وہ گزشتہ احکام سے ایک مرتبہ دل برداشتہ ہو چکا تھا، جب کہ جہاں گیر نے نامزدگی بھی کی اور وہ ایک روز اس کے دربار میں حاضر بھی ہوا، لیکن کوئی امید افزا نتائج برآمد نہ ہوئے تھے۔ غالباً وہ اس بات سے واقف تھا کہ اس کے یہ احکام بھی دوبارہ منسوخ ہو جائیں گے اور ایسا ہی ہوا، کیوں کہ جب وہ گجرات کی حدود کو پار کرنے ہی والا تھا کہ اس کے ہاتھ میں شاہی احکام تھما دیے گئے، جس کے مطابق اسے واپس بلوا لیا گیا تھا۔

مستند ماخذوں کے مطالعے سے تو یہی معلومات حاصل ہوئی ہیں کہ اس کو واپس بلوا لیا گیا تھا اور وہ ٹھٹھے کی صوبے داری کا چارج بھی نہ لے پایا تھا، بلکہ یہ کہ مرزا عیسٰی ٹھٹھہ یا سندھ میں داخل ہی نہ ہوا تھا کیونکہ راستے ہی میں خواجہ باقی (مشیر خواجہ) کا انتقال ہو گیا تھا، جس نے اس کو واپسی کے احکام دیے تھے اور خود اپنی صوبے داری کا پروانہ دکھایا تھا۔ لیکن ترخان نامہ کے مصنف نے اس کے برعکس ایک اور ہی انداز اختیار کیا ہے، جس سے پتا چلتا ہے کہ مرزا عیسٰی خان نہ صرف ٹھٹھے میں آیا بلکہ شریف الملک کو گرفتار بھی کیا۔[17] مصنف ترخان نامہ لکھتے ہیں۔ "اس کو (ٹھٹھہ) کا صوبے دار بنا کر یہ حکم دیا کہ مرزا ٹھٹھہ جا کر شریف الملک کو پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں بھیج دے، تاکہ وہ اپنے افعال و کردار شنیعہ کی سزا پا سکے، اور اگر وہ جنگ کرے تو اس کو جان سے مار دے۔"[18] اس بیان کو یہ کہہ کر رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ واقعہ دوسری کتابوں میں نہیں ہے، لہٰذا قابلِ اعتماد بھی نہیں۔ ترخان نامہ کے اس بیان کی تائید اس طرح سے

---

[16] شاہ جہان نامہ۔ ص ۳۰۳

[17] ایضاً۔ ص ۲۵۲ — شریف الملک گگرالہ کا جاگیردار تھا، مرزا خسرو کی طرف سے اس نے شاہ جہان سے مقابلہ بھی کیا تھا، جب وہ سندھ میں داخل ہوا تھا۔ اگرچہ اس وقت گگرالہ کا علاقہ اوچ کے ساتھ اور گجرات کے ساتھ ہونے کی وجہ سے سندھ سے خود مختار تھا، غلام شاہ کلہوڑا کے عہد میں گگرالہ کا الحاق سندھ سے ہوا۔

[18] ترخان نامہ۔ ص ۹۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہو سکتی ہے کہ ممکن ہے مرزا عیسیٰ نے گجرات کے اس علاقے کے شریف الملک یا شیر الملک کو قابو میں کیا ہو، اور جیسا کہ مصنف کا بیان ہے " شیر الملک جو خود بھی بہت بہادر اور دلیر تھا اور بہادروں اور دلیروں کا لشکر بھی رکھتا تھا، مقابلے پر آیا ہو، لیکن عیسیٰ خان بادشاہی لشکر اطراف و جوانب سے جمع کر کے اس کے مقابلے پر نکلا ہوا اور سخت جنگ کے بعد اس کو گرفتار کر کے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کر دیا ہو"[۴۹] یہ تمام واقعات درست مان لیے جائیں تو یہ بات ثابت ہے کہ مغلوں کے دور میں ککرالہ کا علاقہ جو اوچ اور گجرات تھا، سندھ سے ملحق نہ تھا، بلکہ گجرات سے ملحق تھا۔

شاہ جہان نامہ نے مرزا عیسیٰ ترخان کے بارے میں تاریخ وار بھی لکھا ہے۔ پھر جب مصنف نے مرزا عیسیٰ کا ذکر کیا تو تاریخ بھی دی اور ان تاریخوں کے ہوتے ہوئے کسی غیر تاریخی تصنیف کو ماننا دشوار ہے۔ مصنف لکھتے ہیں: " مرزا عیسیٰ ترخان ٹھٹھے کی صوبے داری پر متعین ہوا تھا، لیکن ضرورت وقت کے تقاضے سے وہ صوبہ شیر خواجہ کے سپرد کر دیا گیا۔ مرزا عیسیٰ ترخان راستے سے واپس آ گیا اور چار ہزاری ذات، تین ہزار سوار کے منصب پر سرفراز ہوا"[۵۰] جب جہانگیر نے نامزدگی کے احکام منسوخ کیے تھے تو اس کی جگہ مرزا رستم قندھاری کو بھیجا تھا اور جب شاہ جہان نے احکام دے کر منسوخ کیے تو خواجہ باقی کو ٹھٹھہ بھیجا تھا، اور مرزا عیسیٰ اس دوران یعنی ۲۳ شعبان (۲۸ اپریل) ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء کو دربار میں پہنچ چکا تھا۔ یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ مرزا عیسیٰ کے احکام جو منسوخ ہو گئے تھے، وہ اس کو اپریل میں ملے جب کہ خواجہ باقی (شیر خواجہ) کے حق میں ٹھٹھے کی صوبے داری کے احکام ۲ رجب (۸ مارچ) ۱۰۳۷ھ/۱۶۲۸ء کو جاری ہوئے۔ اسی سن وار تاریخ کے حوالے سے محمد صالح لکھتے ہیں کہ خواجہ باقی خان کو چار ہزاری ذات، ساڑھے تین ہزار سوار کا منصب، خلعت، خنجر مرصع، گھوڑا، علم اور نقارہ نیز صوبہ ٹھٹھہ کی صوبے داری عطا ہوئی۔[۵۱] گویا دوسری دفعہ ۲۶ دسمبر ۱۶۲۷ء سے ۸ مارچ ۱۶۲۸ء تک یعنی دو ماہ اور بارہ دن تک مرزا عیسیٰ ہی کے لیے ٹھٹھے کی صوبے داری کے احکام رہے لیکن اس قلیل عرصے میں مرزا عیسیٰ اپنے عہدے کا چارج نہ لے سکا۔

---

۴۹ ترخان نامہ۔ ص ۹۸

۵۰ شاہ جہان نامہ۔ ص ۲۶۶ ۵۱ ایضاً، ص ۲۶۸

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سندھ کے نامور مورخ حسام الدین راشدی مرحوم نے مکلی نامہ کے حواشی میں لکھا ہے کہ "مرزا عیسیٰ کے تبادلے کا فرمان یکم رجب ۱۰۳۷ھ کو جاری ہوا، لیکن شیر خواجہ کے ٹھٹھے پہنچنے میں غالباً کچھ عرصہ لگا اور مرزا عیسیٰ نے اپنے تقرر سے نو ماہ بعد ربیع الاول ۱۰۳۸ھ/۱۶۲۸ء کو چارج دیا۔"[۲۳] حسام الدین راشدی صاحب نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔ غالباً ان کی نظر سے شاہ جہان نامہ کے مذکورہ بالا سن نہیں گزرے تھے، لہٰذا ان سے یہ غلطی ہوئی۔ پھر یہ کہ شیر خواجہ نے اس سے اس عہدے کا چارج ہی نہیں لیا، کیوں کہ وہ خود راستے ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ محمد صالح لکھتے ہیں۔ "۷ خورداد (۲۷ مئی ۱۶۲۸) کو میر حسام الدین انجو کو مرتضیٰ خان کا خطاب اور خنجر مرصع، ہاتھی اور پچاس ہزار روپے انعام عطا ہوا۔ اسے ترقی دے کر اس کا منصب چار ہزاری ذات، تین ہزار سوار مقرر ہوا)۔ ٹھٹھہ کی صوبے داری عطا ہوئی، پہلے یہ عہدہ شیر خواجہ کو عطا ہوا تھا، لیکن وہ راستے ہی میں فوت ہو گیا تھا، لہٰذا یہ منصب اس کے حوالے ہوا۔"[۲۴]

بہر حال مرزا عیسیٰ خان یاس و بیم کی حالت میں دارالخلافہ واپس ہوا، اور اس کی خاطر داری اور دل جوئی کے لیے اس کو کچھ عرصہ دربار میں رکھا، پھر پانچویں سن جلوس شاہ جہان شعبان (مارچ) ۱۰۴۰ھ/۱۶۳۲ء میں مرزا عیسیٰ ترخان کو خلعت گھوڑا اور ایلچ پور کی جاگیرداری عطا ہوئی۔[۲۵] لیکن صمصام الدولہ کا بیان محمد صالح کنبوہ سے مختلف ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "مرزا (عیسیٰ) ناکام راستے سے واپس لوٹ آیا اور متھرا اور اس کے قرب و جوار کی جاگیرداری پر فائز ہوا۔"[۲۶] اصل کتاب کے مترجم نے اس سلسلے میں نوٹ دے کر معلومات میں مزید اضافہ کیا ہے۔ ان کے مطابق "متھرا کے قریب اس کے نام پر ایک گاؤں عیسیٰ پور آج بھی موجود ہے۔"[۲۷] غالباً اس نے کئی جگہ مختلف آبادیاں بسائیں اور ویرانوں کو آبادی کی شکل میں تبدیل کیا۔ اس کی یہ سلی

۲۳ھ سید میر علی شیر قانع ٹھٹھوی — "مکلی نامہ" حواشی سید حسام الدین، ص ۲۹۷

۲۴ھ مرتضیٰ خاں انجو کا انتقال ٹھٹھے میں ۱۰۳۹ھ/۱۶۲۹ء میں ہوا، اسی سال امیر خاں صوبے دار ملتان کو صوبے دار ٹھٹھہ بنا کر بھیجا گیا۔ جامع مسجد ٹھٹھہ انہی کے عہد کی تعمیر ہے۔

۲۵ھ ایضاً، جلد اول، ص ۳۳۶

۲۶ھ شاہ جہان نامہ، ص ۲۶۸

۲۷ھ ایضاً، ص ۳۱۰

۲۸ھ [illegible]، ص ۳۱۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوششیں انفرادی تھیں جس کا مقصد رفاہِ عامہ کے سلسلے کو تیز کرنا بھی تھا اور اس طرح بروقت سپاہیوں کی سہولتیں بھی حاصل کی جا سکتی تھیں، پھر یہ کہ ملک یا کم از کم اس صوبے کی پیداوار میں یہ مقامی لوگ باعث اضافہ بھی بنتے تھے۔ اس طرح ملک کو مزید خراج حاصل ہوتا تھا۔

مرزا عیسٰی کی تعریف میں سید جلال بخاری لکھتے ہیں۔ "وہ شخص بہت خلیق، علم دوست، حلیم و بردبار، صاحبِ ہمت و غیرت، قبیلہ پرور، سپاہیوں کا دوست اور ویرانوں کو آبادی میں تبدیل کرنے والا تھا۔"[۲۸]

مرزا نے بہ حیثیت منصب دار کے ہر کام بہ حسن و خوبی انجام دیا اور آہستہ آہستہ ترقی کرتے ہوئے بڑے سے بڑا منصب حاصل کیا۔ یہی نہیں، مرزا کی اولاد بھی بڑے بڑے منصبوں پر مرزا کی زندگی ہی میں فائز ہوگئی۔

تیرھویں سن جلوس شاہ جہانی میں ان کو "سرکار سورت کی فوج داری ملی۔"[۲۹] یکم جمادی الثانی ۱۰۴۹ھ/ ۱۶۳۹ء کو تیرھویں سال جلوس ہی کے موقع پر اس کے منصب میں ترقی ہوئی اور "ہزار سوار کی ترقی دے کر پنج ہزار ذات و سوار، ایک ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کے منصب پر سربلندی بخشی۔"[۳۰] اس وقت جب کہ وہ سورت کا صوبے دار تھا اس کی عمر نوے سال کی تھی اور اس بڑھاپے میں ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء میں اعظم خان کی جگہ گجرات کا صوبے دار مقرر فرمایا۔ اگرچہ اعظم خان نے سرکشوں کی تنبیہ بخوبی کی تھی لیکن گجرات کی رعایا کے ساتھ مناسب سلوک نہ کر سکا۔ مرزا عیسٰی کے سواروں (پانچ ہزار) میں سے ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ مقرر ہوئے۔[۳۱] گویا مرزا کو ہر اس جگہ بھیجا جاتا تھا جہاں یا تو سرکشی عروج پر ہوتا کہ سرکشوں کا سر نیچے کر سکے اور اگر رعایا بدحال ہے تو ان کو خوش حال بنا دے۔

مرزا نے گجرات آتے ہی عوام کے دل جیت لیے، تمام شورشیں آہستہ آہستہ دب گئیں اور پورے گجرات میں امن و امان کا دور دورہ ہوگیا۔ مرزا کو یہاں حکومت کرنے میں زیادہ دشواری نہ ہوئی، کیوں کہ مرزا عیسٰی یہاں بہت عرصہ تک رہا تھا، لہٰذا ان کا مزاج شناس ہوگیا تھا،

۲۸ء ترخان نامہ، ص ۹۷
۲۹ء ماثرالامرا، ص ۳۱۰
۳۰ء شاہ جہان نامہ، ص ۲۵۵
۳۱ء ایضاً، ص ۳۰۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس لیے رعیت کی مرضی کے مطابق تمام مسائل حل کیے، جونہی یہاں امن و امان قائم ہوا، جون ۱۶۴۴ء کو شاہی فرمان پہنچا جس کے مطابق " مرزا عیسیٰ ترخان کو ڈھائی ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کی ترقی دے کر پنج ہزاری ذات، پانچ ہزار سوار دو اسپہ سہ اسپہ کا منصب عطا فرمایا اور خلعت اور طلائی زین کا گھوڑا عنایت کرکے الہ آباد کو روانہ کیا۔"[۳۲] مرزا کی خدمات یہیں پر ختم نہیں ہوئیں۔ اس بڑھاپے میں بھی وہ جوانوں کی طرح گھوڑے کی پیٹھ پر سوار ہو کر الہ آباد سے قندھار کی طرف روانہ ہو گیا۔ غرض یہ کہ اس نے سورت اور الہ آباد سے لے کر قندھار تک چپے چپے کی خاک اپنے گھوڑے کے سموں سے ہر طرف بکھیر دی۔

جہاں تک قندھار کے قلعہ "ارک" کا تعلق ہے، اس کی تمام تر ذمے داری مرزا عیسیٰ خان پر نہیں ڈالی جاسکتی، اس لیے کہ نہ تو وہ قلعے دار تھا اور نہ تن تنہا شہنشاہ ایران کا مقابلہ اس کے بس کی بات تھی، لہٰذا اس کی حفاظت وہ پوری طرح نہ کر سکا اور یہ قلعہ آخر کار شہنشاہِ ایران کے حوالے کرنا پڑا، لیکن یہاں مرزا عیسیٰ سے ایک بڑی غلطی یہ ہوئی کہ اس نے "شاہ ایران سے گنج علی کے باغ میں ملاقات (بھی) کی۔"[۳۳] لیکن شہنشاہ شاہ جہان نے چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے اس سے کوئی باز پرس نہیں کی، بلکہ سورت کی جاگیر حسبِ سابق برقرار رکھی۔

۱۳ محرم (۲۶ دسمبر ۱۶۵۱) کو مرزا عیسیٰ ترخان کا انتقال ہوا۔ وہ جوناگڑھ سے بارگاہِ شاہی میں حاضر ہونے کے لیے آرہا تھا کہ راستے میں بمقام سانبھر فوت ہو گیا۔[۳۴]

جس طرح مرزا نے اپنی زندگی میں ویران جگہوں کو آباد کیا، علاقوں کو سرسبز و شاداب اور عوام الناس کو خوش حال کیا، اسی طرح اس نے اپنے آبائی قبرستان کی ویرانی کو ختم کرنے اور اہل مکلی کے قرب و جوار کے لوگوں کو روزگار فراہم کرنے کے لیے اپنے ہی مقبرے کی تعمیر شروع کروادی۔ غالباً اس مردِ شہسوار کو اپنی موت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی، اس کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اس صد سالہ

---

۳۲ شاہ جہان نامہ، ص ۴۳۹ — ۳۳ ایضاً، ص ۵۴۰

۳۴ ایضاً، ص ۵۴۰ ——— ذخیرۃ الخوانین (ص ۲۱۲) کے مطابق اس کی عمر ۱۱۲ سال بنتی ہے اور مآثر الامرا کے مطابق سو سال سے زیادہ ہے، جب کہ مصنف "ترخان نامہ" لکھتے ہیں کہ "عمر شریفش نود و پنج سال بود" یعنی پنجانوے[۹۵] سال کی عمر پائی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بوڑھے کے ہاتھ میں تسبیح کی جگہ ہمیشہ گھوڑے کی باگ، تلوار یا مینا و جام یا گلفام ہوتی۔ یہ اس کی خوبی تھی کہ اس نے عیش و عشرت میں ڈوبے رہنے کے باوجود رشتۂ حیات کے منقطع ہونے کے دن کو ہمیشہ یاد رکھا۔ کہتے ہیں (درگاہ کے لیے) پتھر اس نے خود اسی علاقے سے بھیجے تھے اور وہ اٹھارہ سال میں مکمل ہوئی تھی۔ اس پر خرچ موضع لوزانی کی آمدنی سے ہوا تھا، جو اس کے بزرگوں کی قبروں کے اخراجات کے لیے وقف تھا[۳۵] میر علی شیر قانع نے اس علاقے کا نام نہیں دیا جہاں سے یہ پتھر دیا گیا تھا۔ لیکن پاکستان کے ماہرین آثارِ قدیمہ کی نظر میں یہ پتھر جھنگ (علاقہ سندھ) سے بھیجا گیا۔ آج بھی اس کی مرمت کے لیے یہیں کا پتھر استعمال کیا جاتا ہے، تاکہ مقبرے کی قدامت جدیدیت کی آمیزش کے باوجود برقرار رہے، جب کہ ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ اس مقبرے کے پتھر خود مرزا عیسیٰ نے کاٹھیاواڑ (گجرات) سے بھیجے تھے اور غالباً ۱۶۴۲ء میں بھیجنے شروع کیے اور اسی سال مقبرے کی تعمیر بھی شروع ہوگئی، اس طرح تقریباً ۹ سال کے عرصے میں یہ مقبرہ تکمیل کی حالت کو پہنچا۔ کہتے ہیں اس درگاہ (خانقاہ) کے دوران تعمیر ہی مرزا وفات پاگیا اور اس کے عمال نے اس کی مزید تعمیر روک دی، ورنہ مرزا کا خیال تھا کہ بڑے نشیمن کے سامنے چاروں طرف قابلِ دید نشیمن ایک دوسرے کے جواب میں تعمیر کرائے جائیں۔[۳۶]

اس مقبرے کو اگر ذرا دور سے دیکھا جائے تو ہندی فنِ تعمیر کا بہترین نمونہ نظر آتا ہے، لیکن جونہی قریب جائیں تو ہندی مسلم فنِ تعمیر کی حسین آمیزش نظر آتی ہے، کیوں کہ اس کے ستون ہندی اثرات کے حامل ہیں اور محرابیں مسلم فنِ تعمیر کا نمونہ ہیں۔ مقبرے پر ایک طرف عربی اور فارسی رسم الخط کی تحریریں ہیں اور دوسری طرف کنول کے پھول ہیں۔ مقبرے کی مینت کاری، اینٹوں پر تراشے ہوئے مختلف ڈیزائن اور اس کے وقار کو دیکھ کر بہت سے لوگ غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور یہی گمان کرتے ہیں کہ یہ سندھ کے حاکم یا صوبے دار کا مقبرہ ہے۔

۳۵۔ تحفۃ الکرام۔ ص ۲۹۴

۳۶۔ ایضاً، ص ۲۹۵

© rasailojaraid.com